ارشد محمود ناشاد *

# اردو میں تثنیہ کا وجود

اُردو دُنیا کی عجیب وغریب زبان ہے۔اس نے صحیح معنوں میں گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا اورنگر نگر کی بولیوں سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا کہ دوسری زبانوں سے اخذ و استفادے کی سب سے زیادہ صلاحیت اُردو زبان میں ہے۔ اُردو نے دُنیا کی امیر اور باثروت زبانوں اور بولیوں سے اظہار و بیان کی لیاقتیں ہی اکتساب نہیں کیں بلکہ ان کی لفظیات، قواعد، اسالیب اور رموز کو بھی اپنے تصرف میں لا کر اپنے دامن کو ہمہ رنگ بنا لیا۔ حیرت کی بات ہے کہ اُردو کے اخذ و استفادے کا یہ عمل کسی مخصوص لسانی گروہ سے تعلق رکھنے والی زبانوں تک محدود نہیں بلکہ اس نے ہرلسانی گروہ سے تعلق رکھنے والی زبانوں اور بولیوں سے اپنے دامنِ مراد کو گل رنگ کیا ہے۔ اس گل چینی کے باعث اُردو کی مہکار میں دُنیا کے مختلف خطوں اور زبانوں کی خوشبُو گھلی ہوئی ہے۔ اُردو کی جنم بھومی ہندوستان ہے۔ یہاں کی بولیوں، زبانوں اور پراکرتوں کی متاعِ بیش بہا تو اسے ورثے میں ملی ہے؛ عربی، فارسی، ترکی، پُرتگالی، انگریزی، فرانسیسی، روسی اور دوسری زبانیں مختلف زمانوں میں اس کی ساخت پرداخت اورنشوونما میں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ خاص طور پر عربی، فارسی اور انگریزی نے تو اس پر اپنی عنایتوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رکھے ہیں۔

اُردو کی اس خوشہ چینی اور اکتساب نے ایک طرف تو اس کو وہ زور، قوت اور صلاحیت عطا کی

جس کے باعث بہت تھوڑے عرصے میں اس کا تنِ نازک بھاری بھرکم وجود کی شکل اختیار کر گیا اور اس میں ہر طرح کے مضمون کو بیان کرنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا شمار دُنیا کی بڑی اور توانا زبانوں میں ہونے لگا مگر دوسری طرف اسے طرح طرح کی قواعدی اُلجھنوں اور اصول وضوابط کی بھول بھلیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ زبانیں اپنے مزاج، خصوصیات اور خال وخط کے باعث ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ لفظوں کی تشکیل، معانی کی تعیین اور محلِ استعمال کی صورتوں میں بھی زبانوں کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی اختلاف کے باعث کسی زبان کا انفرادی اور امتیازی رنگ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ قواعد کی تشکیل زبان کے اسی انفرادی اور امتیازی رنگ کو سامنے رکھ کر کی جاتی ہے۔ اُردو نے جن زبانوں سے اخذ و استفادہ کیا انھی زبانوں کے قواعد اور اصول وضوابط کا بارِ گراں بھی اپنے کندھوں پر لاد لیا؛ نتیجتاً جب اُردو کے قواعد مرتب کرنے کا وقت آیا تو عربی و فارسی قواعد کا اتباع کیا گیا اور بعض قواعد نویسوں نے سنسکرت اور انگریزی کے قواعد سے فائدہ اٹھایا یوں اُردو کا اپنا قواعدی نظام متشکل نہ ہو سکا۔ اُردو کے اپنے اصول وضوابط کی عدم موجودگی کے باعث قواعد کی کتابوں میں بعض ایسے مباحث شامل ہو گئے جو منتشر خیالی اور گم راہی کا باعث بنے۔ دوسری زبانوں سے اُردو کے اخذ و استفادے کا نتیجہ مندرجہ ذیل صورتوں میں ظاہر ہوا:

الف: مختلف زبانوں کے الفاظ وتراکیب کو معانی سمیت قبول کر لیا گیا۔

ب: مختلف زبانوں کے الفاظ کی شکل قبول کر لی مگر اُس کے معانی بدل دیے۔

ج: دوسری زبانوں کے الفاظ کی شکلیں بدل دیں مگر اُن کے معنی ومفہوم کو من وعن قبول کر لیا۔

د: دوسری زبانوں کے الفاظ کو تارید کے عمل سے گذار کر ان کی صورت اور معنی دونوں کو بدل دیا۔

اصولی طور پر ان تمام صورتوں کے لیے الگ الگ اصول وضع کیے جانے چاہییں تھے۔ مثلاً جو الفاظ، معانی سمیت اُردو نے کسی دوسری زبان سے منتقلاً لے لیے ہیں، ان کی جنس، تلفظ، حالت، معنی اور محلِ استعمال کے قواعد کی تشکیل میں اصل زبان کے قواعد کا اتباع کیا جا سکتا ہے مگر جن الفاظ کی صورت اور معنی کو تبدیل کر کے اُردو نے اپنایا، اُن کے لیے اصل زبان کے قواعد کا اتباع ممکن نہیں۔ شومئی قسمت کہ ایسا نہ ہو سکا اور ایک ہی قاعدے سے الفاظ کی ان مختلف شکلوں کو جانچنے پرکھنے کا کام لیا

جاتا رہا۔ اُردو کے مایہ ناز قواعد نویس انشا اللہ خاں نے دریاے لطافت میں اُردو کا اپنا قواعدی نظام مرتب کرنے کی کوشش کی تھی مگر بعد کے قواعد نویسوں نے اس سے صرفِ نظر کیا۔ یوں اُردو کا اپنا قواعدی نظام ترتیب نہ پا سکا۔ انشا اللہ خاں گہرا لسانی شعور رکھتے تھے اور انھیں اس بات کا اندازہ تھا کہ اُردو نے جو دوسری زبانوں سے ریزہ چینی کی ہے، اس کے لیے اُردو میں اپنے قواعد یا اصول ہونے چاہییں تا کہ ان کی جانچ پرکھ کی جا سکے اور اصل زبانوں کے قواعد کا بوجھ نہ اٹھانا پڑے۔ اُردو قواعد نویسی میں انشا اللہ خاں نے عربی و فارسی کے قواعد کی اندھی پیروی نہیں کی اور اُردو کے لسانی سرمائے پر اُن کی برابر نگاہ رہی۔ مولوی عبدالحق اس ضمن میں رقم طراز ہیں:

> سید انشا پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے عربی فارسی زبان کا تتبع چھوڑ کر اُردو زبان کی ہیئت و اصلیت پر غور کیا اور اس کے قواعد وضع کیے اور جہاں کہیں تتبع کیا بھی ہے تو وہاں بھی زبان کی حیثیت کو نہیں بھولے۔[۱]

سید انشا کی لسانی بصیرت کا اندازہ ان کے اس قولِ فیصل سے کیا جا سکتا ہے جو اُنھوں نے اُردو الفاظ کی صحت اور عدم صحت کے حوالے سے کیا ہے۔ ان کے اس قول کا اُردو ترجمہ دیکھیے:

> جاننا چاہیے کہ جو لفظ اُردو میں آیا وہ اُردو ہو گیا خواہ وہ لفظ عربی ہو یا فارسی، تُرکی ہو یا سُریانی، پنجابی ہو یا پُوربی۔ اصل کی رُو سے غلط ہو یا صحیح، وہ لفظ اُردو کا لفظ ہے۔ اگر اصل کے موافق مستعمل ہے تو بھی صحیح اور اگر اصل کے خلاف ہے تو بھی صحیح۔ اس کی صحت اور غلطی اس کے اُردو میں رواج پکڑنے پر منحصر ہے کیونکہ جو چیز اُردو کے خلاف ہے وہ غلط ہے گو اصل میں صحیح ہو اور جو اُردو کے موافق ہے وہی صحیح ہے خواہ اصل میں صحیح نہ ہو۔[۲]

افسوس ناک بات ہے کہ سید انشا جیسے قواعد نویس کے کام کو آگے نہیں بڑھایا جا سکا اور ضرورت پڑنے پر قواعدِ اُردو کی ترتیب و تشکیل میں عربی، فارسی، سنسکرت اور انگریزی قواعد ہی کا اتباع کیا گیا۔ ان زبانوں کا مزاج اور قواعدی نظام مختلف ہے جو اُردو کے قدِ موزوں سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا۔ مولوی عبدالحق کا ارشاد دیکھیے:

> ہمارے ہاں اب تک جو کتابیں قواعد کی رائج ہیں اُن میں عربی صرف و نحو کا تتبع کیا گیا

> ہے۔ اُردو خالص ہندی زبان ہے اور اس کا شمول آریاوی السنہ میں ہے، بخلاف اس کے عربی زبان کا تعلق سامی السنہ سے ہے، لہٰذا اُردو زبان کی صرف ونحو لکھنے میں عربی زبان کا تتبع کسی طرح جائز نہیں۔[۳]

سنسکرت کے قواعد کی تقلیدِ محض کے بارے میں بھی اُن کا خیال اسی طرح کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> اُردو کی صرف ونحو کو سنسکرت کے قواعد سے اسی قدر مغائرت ہے جتنی عربی زبان کی صرف ونحو سے۔ میرا خیال ہے کہ کسی زبان کے قواعد لکھتے وقت اس کی خصوصیات کو نظر انداز نہ کیا جائے اور نہ محض کسی زبان کی تقلید میں اس پر زبردستی قواعد اور اصول کے نام سے ایسا بوجھ ڈال دیا جائے جس کی وہ متحمل نہ ہو سکے۔[۴]



دوسری زبانوں کے قواعد کی اندھا دھند پیروی کے باعث اُردو قواعد کی بیش تر کتابیں پیچیدہ اور مشکل اسلوب و انداز کی حامل نظر آتی ہیں۔ یہ پیچیدگی اکثر و بیش تر الجھاوے اور ابہام کا سبب بنتی ہے۔ علمِ ہجا، علمِ صرف اور علمِ نحو کے کئی قواعد میں اُردو کی مخصوص صورتوں سے اغماض کے نتیجے میں کئی غلط فہمیوں کو رواج ملا ہے۔ قواعد نویس لکیر کے فقیر بنے عربی اور فارسی قواعد سے چمٹے رہے۔ اسم، فعل اور حرف وغیرہ کی صرف وہی صورتیں علمائے قواعد کے پیشِ نظر رہیں جو عربی اور فارسی میں موجود ہیں اور جن کا ذکر عربی، فارسی قواعد کی کتابوں میں بالتفصیل مل جاتا ہے۔ اُردو کے مخصوص لسانی رنگ و آہنگ کے نتیجے میں بننے والی شکلوں اور صورتوں سے عمداً چشم پوشی کی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں سے اُردو کے لین دین کی بعض حالتوں کا ذکر بھی قواعد کی کتابوں میں شاذ ہی دکھائی دیتا ہے۔ اسمِ عام کی عددی شکل ''تثنیہ'' بھی اسی ذیل میں آتی ہے۔

اُردو قواعد کی اکثر وبیشتر کتابوں میں اسمِ عام کی صرف دو صورتیں واحد اور جمع ہی زیرِ بحث رہی ہیں اور تثنیہ کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر کسی قواعد نویس نے اس کا ذکر کیا بھی ہے تو اسے عربی سے خاص بتایا ہے اور اُردو میں اس کے وجود اور استعمال کی بحث سے گریز کیا ہے۔ اُردو نے عربی سے براہِ راست یا فارسی کے وسیلے سے تثنیہ کی جس قدر صورتیں اپنے لسانی سرمائے میں شامل کی تھیں، کیا ان کا استعمال ترک ہو چکا؟ ایسا بالکل نہیں ہے۔ تثنیہ کے حامل درجنوں ایسے الفاظ ہیں جو اُردو میں عام

ہیں اور بول چال، تحریر و تقریر اور لغات کا حصہ ہیں۔ اتنی ساری مثالوں کی موجودگی میں تثنیہ کے وجود کی نفی کرنا، درست نہیں۔ عدد یا تعداد کے ذیل میں قواعد نویسوں کے چند اقتباسات دیکھیے:

**مولوی عبدالحق:**

> اسمِ عام یا تو ایک ہوگا یا ایک سے زیادہ، اسی کو تعداد کہتے ہیں۔ ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔ اُردو میں بھی دوسری ہندی آریائی زبانوں کی طرح تثنیہ نہیں ہوتا۔ سنسکرت اور عربی میں ہوتا ہے۔ تثنیہ اسے کہتے ہیں جس میں دو کا ہونا پایا جائے۔[۵]

**مولوی فتح محمد خاں جالندھری:**

> فارسی میں واحد اور جمع کے سوا تیسرا کوئی لفظ نہیں ہے۔ عربی میں ایک اور لفظ بھی ہے جو دو پر بولا جاتا ہے؛ اسے تثنیہ کہتے ہیں ...... دو جداگانہ چیزوں پر بولے جانے والا تثنیہ، تثنیۂ تغلیبی کہلاتا ہے۔[۶]

**پروفیسر فدا علی خاں:**

> اُردو میں اسم کے عدد کو بتانے والی صورتیں دو ہی ہوتی ہیں: واحد اور جمع۔[۷]

**ڈاکٹر ابواللیث صدیقی:**

> اسمِ عام کا اطلاق ایک ہی جنس کے مختلف افراد، اشیا وغیرہ پر ہو سکتا ہے۔ اس اعتبار سے اسمِ عام دو طرح کے ہو سکتے ہیں: ایسے اسما جو صرف ایک ذات کو ظاہر کریں یا وہ جو ایک سے زیادہ کی تعداد ظاہر کریں۔ پہلی صورت میں واحد اور دوسری صورت میں اسمِ جمع کہلاتا ہے۔ دُنیا کی بعض زبانوں میں عدد کی صرف یہی سادہ تقسیم ہے یعنی واحد اور جمع مثلاً انگریزی، ترکی، ہنگاری اور جارجی زبانوں میں عدد کے بھی دو صیغے واحد و جمع پائے جاتے ہیں لیکن بعض زبانیں ایسی ہیں جن میں واحد و جمع کے علاوہ ایک صیغہ عدد کا تثنیہ بھی ہے جس کا اطلاق دو پر ہوتا ہے۔ عربی میں یہ صیغہ آج بھی موجود ہے۔[۸]

**ڈاکٹر شوکت سبزواری:**

> کلمہ کی قواعد کے اعتبار سے ایک فرد یا ایک سے زیادہ افراد پر دلالت عدد یا تعداد

ہے۔ اُردو میں واحد اور جمع عدد کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرد پر دلالت کرے تو واحد اور ایک سے زیادہ افراد پر دلالت کرے تو جمع۔ عورت واحد عورتیں جمع؛ گھوڑا واحد، گھوڑے جمع۔

عدد انگریزی لفظ 'Number' کا ترجمہ ہے۔ سنسکرت میں 'وچن' کہتے ہیں۔ عربی اور سنسکرت وغیرہ سامی اور آریائی زبانوں میں واحد اور جمع کے علاوہ ایک قسم تثنیہ بھی ہے جو دو افراد پر دلالت کرتا ہے۔ سادگی اور سہل انگاری کے عام رجحان کے پیشِ نظر اُردو کی طرح بیشتر جدید آریائی زبانیں تثنیہ کو 'القط' کر چکی ہیں۔[۹]

**عصمت جاوید:**

کچھ زبانیں ایسی بھی ہیں جن میں تعداد 'دو' کے لیے ایک ہیئتی علامت اور دو سے زائد کے لیے دوسری ہیئتی علامت استعمال ہوتی ہے۔ تعداد 'دو' کے مخصوص ہیئتی اظہار کو ''تثنیہ'' کہتے ہیں۔ تثنیہ عربی، یونانی اور سنسکرت کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی پایا جاتا ہے...... اردو میں تعدادِ صرف دو ہیں: واحد اور جمع۔[۱۰]

**ڈاکٹر سہیل عباس خان بلوچ:**

اُردو میں ایک کو واحد اور ایک سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں لیکن عربی میں ایک کو واحد دو کو تثنیہ اور دو سے زیادہ کو جمع کہتے ہیں۔ اُردو میں بعض تثنیہ مستعمل ہیں۔[۱۱]

متذکرہ بالا علمائے قواعد کے نزدیک اُردو میں اسمِ عام کی عددی صورتیں دو ہی قرار دی گئی ہیں اور تثنیہ کے ذکر سے سب نے عمداً گریز کیا ہے اور اگر ذکر کیا ہے تو مجوبانہ انداز میں اور اسے عربی سے مخصوص ٹھہرایا ہے۔ ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ نے البتہ اُردو میں تثنیہ کی بعض صورتوں کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے لکھا ہے:

بعض عربی الفاظ اُردو میں بھی مستعمل ہیں جن میں تثنیہ کا صیغہ موجود ہے مثلاً والدین، فریقین، نعلین، مشرقین، بحرین وغیرہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ صورت صرف عربی میں ہے یا سامی زبانوں کی خصوصیت ہے۔[۱۲]

اُردو میں کئی درجن الفاظ ایسے ہیں جن میں تثنیہ کی صفت موجود ہے۔ ان الفاظ کا استعمال ہر زمانے میں عام رہا ہے اور انھیں کسی زمانے میں بھی ترک نہیں کیا گیا۔ عام بول چال کی زبان میں

بھی تثنیہ کے حامل الفاظ شامل ہیں اور تخلیق کاروں کے ہاں شعر و نثر میں بھی۔ لغات اور فرہنگوں میں بھی ان کا باقاعدہ اندراج ملتا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُردو میں تثنیہ کے حامل الفاظ و مرکبات کی کچھ مثالیں اور شعر و ادب اور بول چال میں اس کے استعمال کے چند نمونے پیش کیے جائیں۔ ذیل میں محض وقتی غور و فکر اور حافظے کی مدد سے چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ اس فہرست کو ضرورت پڑنے پر بہتر اور مفصل کیا جا سکتا ہے۔

**تثنیہ کے حامل الفاظ:**

| | | | |
|---|---|---|---|
| والدین | جانبین | حرمین | حسنین |
| حشوین | دارین | زوجین | سبطین |
| سعدین | شریفین | ضدین | طرفین |
| ظہرین | عراقین | عیدین | عینین |
| فریقین | قبلتین | قدمین | قطبین |
| قلابین | قوسین | کریمین | کعبتین |
| کونین | مرحومین | مشرقین | مغربین |
| نعلین | نقیضین | نکیرین | نورین |
| بحرین | داوین | ہلالین | یدین |

**مرکبات:**

| | | | |
|---|---|---|---|
| حرمین شریفین | رفع یدین | مسجدِ قبلتین | ثوابِ دارین |
| شرۂ مشرقین | خادم الحرمین | بُعد المشرقین | نجیب الطرفین |
| طرفینِ تشبیہ | مالکِ کونین | والدین کریمین | زائرِ حرمین |
| سبطینِ رسولؐ | مجمع البحرین | واسع الشفتین | نعلینِ پاک |

**نثر اور بول چال کی زبان میں تثنیہ:**

**طرفین:** طرفین میں آخر کار صلح ہوگئی۔

**زوجین:** زوجین میں باہمی محبت گھر کے سکون کی ضامن ہے۔

**والدین:** والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے۔

**حرمین شریفین:** اللہ کی مہربانی سے اسے حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی۔

**واوین:** اقتباس کو واوین میں رکھنا ضروری ہے۔

**دارین:** مسجد کی تعمیر میں حصّہ ڈال کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔

**حسنینؓ کریمین:** حسنینؓ کریمین جنت کے پھول ہیں۔

**حشوین:** مثمن مصرع میں صدر وابتدا کے درمیان حشوین ہوتے ہیں۔

**تثنیہ کی حامل شعری مثالیں:**

**نکیرین:** ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین
ہاں منھ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے [مرزا غالبؔ]

**قوسین:** ٹھہرے جب عرشِ بریں تیرے لیے پا انداز
قابَ قوسین کی پھر کیوں نہ ہو مجھ سے زینت [وفاؔ رام پوری]

**کونین:** نہ پوچھ معجزۂ مدحتِ شۂ کونین
مرے قلم میں ہے جنبش پرِ ہُما کی طرح [بہادر شاہ ظفرؔ]

**کونین:** کونین جس کے ناز سے چکرا رہے ہیں داغؔ
ہم ہیں نیاز مند اُسی بے نیاز کے [داغؔ دہلوی]

**قطبین:** مل سکتی ہیں ہم دونوں کی سوچیں یہ مت سوچ
میں اور میرا آجر ہیں اس دھرتی کے قطبین [تنویر سپرا]

**لغات میں تثنیہ کا اندراج:**

بحرین: (عربی۔یَن تثنیہ کی علامت ہے) مذکر، دریاے روم اور دریاے فارس[۱۳]

جانبین: (ع، جانب۔ین تثنیہ کی علامت) مذکر، فریقین، طرفین، دونوں طرف۔

اب اے صبؔا وہ لطف نہیں جانبین میں
یہ دل بدل گیا کہ وہ دلبر بدل گیا[۱۴]

**حرمین شریفین:** کعبہ (جو مکّہ معظّمہ میں ہے) اور جنابِ رسولِ خداؐ کا روضہ (جو مدینہ منورہ میں ہے)۔ مجازاً مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ۔[۱۵]

**دارین:** (ع دار کا تثنیہ) مذکر، دونوں جہاں، دُنیا اور عقبیٰ۔ جیسے قبلہ و کعبۂ دارین۔[۱۶]

**زوجین:** (زوج کا تثنیہ) مذکر، زن و شوہر۔[۱۷]

ان تمام شواہد کی روشنی میں کیوں نہ اُردو میں تثنیہ کے وجود کو تسلیم کر لیا جائے؟ کیوں نہ اسمِ عام کی تعداد یا عددی حالت کو دو کے بجائے تین قرار دیا جائے؟ یعنی واحد، تثنیہ اور جمع۔ تثنیہ کو قبول کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم اُردو میں دو ایک جیسی اشیا یا دو نقیض اشیا کے لیے تثنیہ کی صورت اختیار کر کے زبان کے ذخیرۂ لفظیات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اہلِ فارس نے اسی قاعدے کو اپنا کر زلف کا تثنیہ زلفین بنا لیا اور معتبر شعرا نے اس تثنیہ کو استعمال کر کے قبولیت کی سند عطا کر دی۔ اٹک کے بزرگ شاعر حضرت اختر شادانی مرحوم اکثر ازراہِ لطف فرمایا کرتے تھے: ''نعلین در بغلین یا تحت العینین''۔ یہ تو ایک لطیفہ تھا تاہم بغل کا تثنیہ بغلین کیا شکل وصورت کے اعتبار سے درست نہیں؟ کیا اِسے استعمال نہیں کیا جا سکتا؟



## حوالہ جات


* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

۱۔ مولوی عبدالحق، ''مقدمہ''، مشمولہ دریائے لطافت، مترجم پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی (کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۸۸ء)، ص و۔

۲۔ سید انشا اللہ خاں انشا، دریاے لطافت، ص ۳۵۳–۳۵۴۔

۳۔ مولوی عبدالحق، قواعدِ اُردو (لاہور: لاہور اکیڈمی، س ن)، ص ۱۹۔

۴۔ ایضاً، ص ۲۱–۲۲۔

۵۔ ایضاً، ص ۵۷۔

۶۔ مولوی فتح محمد خاں جالندھری، مصباح القواعد، حصہ اول (رام پور: اشاعت خانہ، ۱۹۴۵ء)، ص ۷۸۔

۷۔ فدا علی خاں، قواعدِ اُردو، ترتیب و تکمیل محمد عبدالسلام رام پوری (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، ص ۹۹۔

۸۔ ابواللیث صدیقی، جامع القواعد، حصہ صرف (لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء)، ص ۲۶۸۔

۹۔ شوکت سبزواری، اُردو قواعد (کراچی: مکتبہ اسلوب، س ن)، ص ۷۵۔

۱۰۔ عصمت جاوید، نئی اُردو قواعد (لاہور: کمبائنڈ پبلشرز، ۱۹۸۸ء)، ص ۶۸۔

۱۱۔ سہیل عباس خاں بلوچ، بنیادی اُردو قواعد (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء)، ص ۵۸۔

۱۲۔ ابواللیث صدیقی، جامع القواعد، ص ۲۶۸۔

۱۳۔ مولوی نور الحسن نیر، نور اللغات، جلد اول (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۵۷۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۱۹۱۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۳۹۲۔

۱۶۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۴۔

۱۷۔ ایضاً، ص ۳۳۷۔

## مآخذ


انشا، سید انشا اللہ خاں۔ دریاے لطافت۔ مترجم پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی۔ کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۸۸ء۔

بلوچ، سہیل عباس خاں۔ بنیادی اُردو قواعد۔ اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۰ء۔

جالندھری، مولوی فتح محمد خاں۔ مصباح القواعد۔ حصہ اول۔ رام پور: اشاعت خانہ، ۱۹۴۵ء۔

جاوید، عصمت۔ نئی اُردو قواعد۔ لاہور: کمبائنڈ پبلشرز، ۱۹۸۸ء۔

خاں، فدا علی۔ قواعدِ اُردو۔ ترتیب و تکمیل محمد عبدالسّلام رام پوری۔ پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

سبزواری، شوکت۔ اُردو قواعد۔ کراچی: مکتبہ اسلوب، س ن۔

صدیقی، ابواللیث۔ جامع القواعد۔ حصہ صرف۔ لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۴ء۔

عبدالحق، مولوی۔ ''مقدمہ''۔ مشمولہ دریاے لطافت۔ مترجم پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی۔ کراچی: انجمن ترقیِ اُردو، ۱۹۸۸ء۔

______۔ قواعدِ اُردو۔ لاہور: لاہور اکیڈمی، س ن۔

نیر، مولوی نور الحسن۔ نور اللغات۔ جلد اول۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء۔

__________۔ نور اللغات۔ جلد دوم۔ اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۲۰۰۶ء۔